

نیب کو مضبوط کیجئے!

سنگاپور دنیا کے جدید ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ ایشیاء کا خوبصورت اور امیر ترین علاقہ۔ ملک کو بنانے والا عظیم لیڈر لی کون یورات گئے سرکاری فائل میں نپٹا رہا تھا۔ اچانک وزیر اعظم کے سامنے ایک فائل آئی جس پر سیکرٹ لکھا ہوا تھا۔ سرخ رنگ کے فیتے میں بندیہ فائل ظاہر کر رہی تھی کہ کوئی اہم مسئلہ موجود ہے۔ لی کون یونے فائل کھولی۔ یہ اسکے قریبی وزیری چونگ واہ کے متعلق تھی۔ تحقیق اور احتساب کے ادارے نے ”تعیرات کے وزیر“ کے متعلق لکھا تھا کہ اس نے 1981 اور 1982 میں دوبار چار چار لاکھ امریکی ڈالر رشوت وصول کی ہے۔ اسکے عوض وزیر نے ایک کار و باری گروپ کو سرکاری زمین الائٹ کی ہے۔ جس پر یہ ادارہ بڑے بڑے پلازے اور ہاؤ سنگ کا لوئی بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آدھی رات کو وزیر اعظم نے پورے طاف کو طلب کیا۔ اثار فی جزء کو بھی بلا یا گیا۔ سب کے سامنے لی کون یونے حکم دیا کہ اسکے وزیر کے خلاف غیر جانبدار تحقیق کی جائے اور اسے اخبار میں شائع کر دیا جائے۔ صبح چھ بجے تک یہ خبر سنگاپور کے تمام اخبارات میں شائع ہو چکی تھی۔ احتساب کے ادارہ Corrupt Practices Investigation Bureau کے وزیر موصوف کو طلب کر لیا۔ ٹی چونگ نے ایک مفلوک الحال، پسمندہ اور ابتر شہر کو جدید ترین بنانے کا مشکل ترین کام کیا تھا۔ موڑو، یز، پل، فلک بوس عمارتیں، یونیورسٹیاں، سب کچھ، اسی انسان کی مرہون منت تھیں۔ وہ لی کون یون کا سب سے قابل اعتماد ساختی تھا۔ وزیر نے احتساب کے ادارے سے صرف تین دن کی مهلت مانگی۔ ہرگز ہرگز نہیں کہا کہ اسکے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ یا سیاسی انتقام لیا جا رہا ہے۔ ٹی چونگ نے ہمارے قائدین کی طرح احتساب سے بچنے کیلئے کوئی حکم اتنا عالی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ دفتر کی بالکوئی سے انگلیوں کا وی کا نشان بھی نہیں بنایا۔ ہمارے سنگدل رشوت خور سیاستدانوں کی طرح اخباروں کے سامنے اپنی معصومیت اور بے گناہی کا پکارا گ بھی نہیں بنایا۔ ایک عزت دار انسان کی طرح مکمل طور پر خاموش رہا۔ جس دن ٹی نے احتساب کے دفتر جانا تھا، اسی رات اس نے خود کشی کر لی۔ زندگی ختم کرنے سے پہلے دو سطہ نوٹ لکھا جو بعد میں وزیر اعظم لی کون یونے پارلیمنٹ میں پڑھ کر سنایا۔ درج تھا ”کہ حد درجہ شرمندہ ہوں کہ مجھ سے سگین غلطی سر زد ہوئی ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اپنے گناہ کو تسلیم کرتا ہوں اور اپنے لیے بذاتِ خود موت کی سزا تجویز کرتا ہوں“۔ وزیر اعظم نے پارلیمنٹ میں یہ بھی کہا ”سنگاپور میں ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی طاقتور شخص رشوت وصول کرے اور تحقیقاتی ادارے اسکو بخشن دیں“۔ یہ بھی کہا کہ ”اگر میں ٹی کو چھوڑ دیتا تو سنگاپور کا سسٹم منفی طرز پر استوار ہو جاتا اور ہمارا خوبصورت اور امیر ترین ملک بربادی کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا“۔ لی کون یوتین دہائیوں کے قریب سنگاپور کا کرتا دھر تارہ۔ اپنے ملک کو اس عظیم آدمی نے کیا سے کیا بنادیا۔ دیکھ کر انسان دانتوں تلے انگلیاں دبالتا ہے۔ وہاں غربت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ شہری کی اوست سالانہ آمدنی سائٹھ ہزار ڈالر ہے۔ جو امریکہ سے صرف اور صرف فی کس پانچ ہزار ڈالر کم ہے۔ یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی فی شہری کی آمدنی کا ذکر کروں۔ یہ صرف گیارہ سو ڈالر سالانہ ہے۔ دیکھ کر ہمارا سر شرم سے جھک جانا چاہیے۔ لیکن فکر نہ کیجئے۔ ہمارے اکابرین پورے ملک کی دولت ہڑپ کرنے کے بعد بھی اپنا سر خفر سے بلند کیے رکھتے ہیں۔ ہمارے قائدین کا شرم سے بہت کم تعلق ہے۔

سنگاپور نے ترقی کی منزلیں کیسے طے کیں۔ یہ سب کچھ سب کے سامنے ہے۔ ہم نے ذلت کی شاہراہ پر کس برق رفتاری سے سفر کیا، وہ بھی دنیا کے سامنے عریاں ہے۔ یاد ہانی کیلئے ضروری ہے کہ اس مکروہ قصے کو بیان کیا جائے۔ 1947ء میں جیسے ہی ملک معرض وجود میں آیا تو ایک پُرتا شیر مگر غیر قانونی کام شروع ہو گیا۔ مجرمانہ ذہنیت کے لوگ، دہلی جاتے تھے۔ مٹھی گرم کر کے ملکیتی کاغذات بنوائے تھے۔ پھر پاکستان آ کر رشوت کے سہارے بہترین زرعی زمین، گنی چنی فیکٹریاں، سینما گھر انہائی اطمینان سے آلات کروا لیتے تھے۔ آج آپ جن بڑے بڑے نامی گرامی خاندانوں کو دیکھتے ہیں، انکی اکثریت جعلی الاممٹ کے دھنے سے دنوں میں امیر ہوئے ہیں۔ یہ لوگ غیر قانونی جائیداؤں کے ذریعے آج عزت دار بھی ہیں اور سیاست کے بھی کرتا ہدھرتا ہیں۔ ان خاندانوں کے عظیم سپوت کسی قسم کی محنت کیے بغیر ارب پتی بن گئے۔ قیامت یہ بھی ہے کہ انہیں ”حد درجہ باعزت“، گردانا ہماری سماجی مجبوری بن چکی ہے۔ پچاس اور ساٹھ کی صنعتی ترقی کی طرف نظر دوڑا یئے۔ حکومتی ادارے پی آئی ڈی بی، ریاستی وسائل سے فیکٹریاں قائم کرتا تھا۔ تعمیر کرنے کے بعد انہیں چلاتا تھا۔ پھر حکومت کے نزدیکی کاروباری افراد کو دیا جاتا تھا۔ ان کاروباری افراد کی واضح اکثریت معمولی محنت کے ساتھ بیٹھے ہٹھائے ان بائیکیں خاندانوں میں تبدیل ہو گئی جنکے پاس ملک کے ساٹھ سے ستر فیصد مالی وسائل تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ نظام کو چونا لگا کر آگے نہیں آئے تھے۔ جواب اثبات میں ہے۔ جب ڈاکٹر محبوب الحق نے ان بائیکیں خاندانوں کی مالی بے ضابطگیوں اور قانونی قزاتی کو آشکارہ کیا۔ کہرا م برپا ہو گیا۔ ایوب خان خش و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ عرض کرنے کا مقصد صرف ایک ہے کہ اس ملک کے بنتے ہی بہتی گنگا میں ہاتھ نہیں بلکہ ڈبکیاں لگانے کا غلیظ کام شروع ہو گیا۔ افسوس کی بات یہ بھی ہے کہ اس میں صرف کاروباری لوگ ہی نہیں، سرکاری عمال اور ریاستی اداروں کے اہم لوگ تمام پوری طرح شامل تھے۔ بھٹو نے کئی متنازعہ اقدامات اٹھائے۔ مگر اسکے دور میں بہر حال مالی بے ضابطگیاں نسبتاً کم نظر آئی ہیں۔ بھٹو بذاتِ خود ایک رئیس آدمی تھا اور اس میں کرپشن کے جراثیم موجود نہیں تھے۔ لہذا معاملہ کسی نہ کسی بہتری سے چلنارہ۔ ایک تلخ بات عرض کرتا چلوں۔ مشرقی پاکستان کا ہمارے ملک سے علیحدہ ہونا ایک سیاسی عمل تو تھا ہی۔ مگر مغربی پاکستان سے بنگالیوں کی نفرت کی وجہاً اقتصادی غیر انصافی اور معتبر طبقوں کے لاچ کے اندر پہاں تھی۔ لاکل پور میں بننے والی بنیان ہمارے ہاں دور پر کی فروخت ہوتی تھی۔ مگر ڈھاکہ کے پہنچتے ہوئے اسکی قیمت دس سے پندرہ روپے ہو جاتی تھی۔ جعلی اشرافیہ نے پیسہ کمانے کی حرص میں مشرقی پاکستان میں نفرت کا وہ نتیجہ بوڑا لा، جس نے ملک کے جغرافیہ کو ہی تبدیل کر دیا۔

خیر موجودہ سیاسی، سماجی، لسانی بر باد شدہ عمارت کے معمار، ہمارے محبوب جزل ضیاء الحق نے پورے سماج کو ہر رخ سے تبدیل کر ڈالا۔ بار بار لکھ رہا ہوں کہ جزل ضیاء نے پورے معاشرے کی ہولناک خطوط پر سو شل انجینئرنگ کر ڈالی۔ ایک بالکل جعلی سیاسی قیادت کو ہمارے اوپر بٹھا دیا جو وقت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو حقیقی قائد بناتے گئے۔ آج لوگ انہی افراد اور خاندانوں کو اپنے مسائل حل کرنے کیلئے نجاتِ دہنہ سمجھتے تھے۔ ایک امر بہت زیادہ توجہ طلب ہے۔ پنجاب جو کہ ملک کی سیاست کا سرخیل ہے۔ یہاں حکومتی وسائل کی لوث مار سے ایسی خاندانی قیادت مضبوط تر ہو گئی جس نے اپنے سیاسی حواریوں کو بھی دولت سے سرفراز کیا۔ سو کے قریب لوگ چونتیس پنٹیس برس پہلے پیدیل پھرتے تھے۔ یکا یک دھن دولت کے پہاڑوں کے مالک بن گئے۔ انہی لوگوں نے یورو کریسی، ریاستی اداروں، عدالیہ

اور ہر طبقہ میں پیسے کے بل بوتے پر ایک غیر معمولی وفادار طبقہ پیدا کیا، جو آج تک انکے ساتھ ہے۔ انہی کا دم بھرتا ہے۔ سابقہ حکمرانوں کو حکومت میں واپس لانے کیلئے ہر کوشش برپا کرتا رہتا ہے۔ عوام میں شعوری طور پر یہ طبقہ، خوش نما نعروں اور جمہوریت کا سنہر اپیگام فروخت کرتا رہتا ہے۔ لوگوں کی اکثریت حقیقت میں انہیں درست سمجھتی ہے۔ سندھ میں بھی یہی صورتحال ہے۔ اسکی وجہات مختلف ہیں۔ وہاں مکرو弗ریب کا ایسا شخصی جال بچھادیا گیا ہے جسے جمہوریت کا نام بتایا جاتا ہے۔ وہاں سونے کے تخت پر ایک ایسا بادشاہ بیٹھا ہے جو کسی بھی طرح کسی بھی دعوے، اعلان، معاہدے کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ خیر کیابات کرنی۔ اسیے کہ مقصد کسی سیاسی یا غیر سیاسی انسان کی ہرزہ سراہی نہیں ہے۔ موجودہ حکومت کی طرف آئیے۔ عمران خان سے ہزار اختلاف کریں۔ مگر پہلی بار کسی شخص نے ملک کے زمینی خداوں کو پابند سلاسل کیا ہے۔ یہ بالکل معمولی کام نہیں ہے۔ یہ بھی سامنے نظر آرہا ہے کہ احتساب کے شکنے سے خان کے کچھ ساتھی قلیل عرصے کیلئے بچے ہوئے ہیں۔ مگر یہ لوگ بھی مستقبل قریب میں سلاخوں کے پیچھے ہو گے۔ اسکے بغیر یہ عمل متنازعہ ہو جائیگا۔ عمران خان کی حد درجہ غلطیاں ہوں گی۔ مگر احتساب کے معاملے میں اس شخص کی سنبھالی قابل تعریف ہے۔

اب طالب علم اس جانب گزارش کرتا ہے جو ہر دم ہمارے ہاں پروپیگنڈے کی انتہا پر پہنچادیا گیا ہے۔ یعنی اس احتساب کا کیا فائدہ۔ کوئی رقم تو وصول نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی بھی ہے تو اسکی مقدار بہت کم ہے۔ اس بات میں کافی حد تک صداقت موجود ہے۔ عمران کان کے دعوؤں کے مطابق تو اس وقت ان بھری قزاقوں کو فٹ پاٹھ پر ہونا چاہیے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہو سکا۔ کیوں۔ جناب، اسکی اصل وجہ ہمارا ناقص عدالتی نظام ہے۔ موجودہ نیب قانون کو زوج کرنے کیلئے بہترین وکلاء دستیاب ہیں۔ جنکے سامنے ہمارے عدالتی بحث قانونی طور پر بے بس نظر آتے ہیں۔ احتساب کے قانون کو حد درجہ تندخوا اور طاقتور بنانا چاہیے۔ مقدمہ کافیصلہ ایک سے دو ماہ میں ہونا چاہیے۔ اور حضور، جس شخص نے ملک کی دولت لوٹ کر لندن، امریکہ، فرانس اور آسٹریلیا میں محلات اور جزیرے خرید لیے ہیں۔ اسکے لیے صرف اور صرف سزاۓ موت ہونی چاہیے۔ انہوں نے ہمارے بچوں کے مستقبل پڑا کہ ڈالا ہے۔ ان ڈاؤں کے ساتھ قید کی رعایت کیوں ہو۔ سو فیصد حکومتی ذمہ داری ہے کہ نیب کے قوانین کو اتنا آہنی بنادے کہ رقم کی وصولی فی الفور ہو جائے۔ شائد بینٹ کے ایکشن کے بعد حکومت جابر قانون سازی کے قابل ہو جائے۔ طالب علم کی دانست میں نیب کے قوانین کو حد درجہ طاقتور بنانا چاہیے۔ قید وغیرہ ختم کر کے تختہ دار پر لٹکانے کی شق ہونی ضروری ہے۔ سوچیے اگر لی کون یا اپنے وزیر تعمیرات کی معمولی کربش پر خاموش ہو جاتا، تو سنگا پورا تنا اعلیٰ ملک نہیں بلکہ پاکستان جیسا ہوتا!

راو منظر حیات

